جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تصور کے مطابق ڈھلنے کی تلقین

(خطبہ جمعہ فرمودہ 27 فروری 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیاتِ کریمہ کی تلاوت کی:

وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝۲۰ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝۲۱ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝۲۲ (بنی اسرائیل: 20 تا 22)

پھر فرمایا:

یہ وہ آیات ہیں جن کی میں نے تلاوت کی ہے اور جن کا میرے آج کے خطبہ کے مضمون سے تعلق ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ میں ان آیات کی کچھ تفسیر بیان کروں مناسب ہوگا کہ میں ان کا لفظی ترجمہ یا تقریباً لفظی ترجمہ آپ کے سامنے پیش کردوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ جو بھی آخرت کا ارادہ کرے اس میں جو سے مراد شخص واحد بھی ہوسکتا ہے اور عموماً لوگ۔ جیسے مَنْ کے اندر جمع بھی داخل ہوتی ہے تو جو لوگ بھی یا جو بھی آخرت کا ارادہ کرے۔ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا اور آخرت کے لئے اپنی کوششوں کو وقف کردے جو کچھ بھی اس کو توفیق ہے اس کے مطابق وہ آخرت کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ لیکن شرط یہ ہے کہ مومن ہو۔ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ

مَّشۡكُوۡرًا پس ایسے لوگ ہیں جن کی کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ مشکور سے مراد یہاں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ لفظوں میں ان کا شکریہ ادا کر رہا ہے، مشکور سے مراد وہ نعمتیں ہیں، وہ کوششیں ہیں جو قدر کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔

میں سمجھتا ہوں کہ خطبہ کے آغاز ہی میں ان کے کچھ تفسیری پہلو بھی بیان کر دوں تو پھر تسلسل ٹوٹے گا نہیں اس لئے بجائے محض ترجمہ آپ کے سامنے رکھنے کے میں اب اس کو ذرا تفصیل سے بیان کر رہا ہوں۔ كُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَآءِ وَهٰۤؤُلَآءِ مِنۡ عَطَآءِ رَبِّكَ ہم ان میں سے ہر ایک کی مدد کرتے ہیں اِن لوگوں کی بھی اور اُن لوگوں کی بھی۔ مِنۡ عَطَآءِ رَبِّكَ تیرے ربّ کی عطا کے نتیجہ میں۔ یہ تیرے ربّ کی ایک خاص عطا ہے جس کی وجہ سے ہم، جو لوگ کوشش کرتے ہیں، ان کی مدد کرتے ہیں۔ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحۡظُوۡرًا اور تیرے ربّ کی عطا ایسی ہے جسے روکا نہیں جا سکتا۔ جب وہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ میں کسی پر اپنی رحمت فرماؤں گا، کوئی عطا کروں گا تو کوئی اس کے رستہ میں حائل نہیں ہوسکتا۔ دیکھ لیں کس طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض دوسروں پر فضیلت دی۔ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ اور آخرت اَكۡبَرُ دَرَجٰتٍ درجات کے لحاظ سے بھی بہت بڑی ہے۔ وَاَكۡبَرُ تَفۡضِيۡلًا اور فضیلت کے لحاظ سے بھی بہت بڑی ہے۔ ان آیات میں آغاز میں جو سعی کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ ایک ہی گروہ معلوم ہوتا ہے لیکن آخر پر جو سعی کے ذکر کے تعلق میں مزید باتیں بیان فرمائیں ان میں دو گروہ دکھائی دینے لگے ہیں۔ وَمَنۡ اَرَادَ الۡاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعۡيَهَا جو کوئی بھی آخرت کا ارادہ کرے یا جو لوگ بھی آخرت کا ارادہ کریں اور اس میں وہ اپنی کوششوں کو محو کر دیں ایسی صورت میں ایسے لوگ جو مومن ہوں یا وہ مَنۡ کا لفظ مومن سے تعلق رکھتا ہے اگر مَنۡ جمع میں ہے تو مومن کا ترجمہ بھی واحد میں کیا جائے گا لیکن آخر پر جو نتیجہ نکالا جا رہا ہے وہ جمع میں ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ مَنۡ کے اندر یہ مفہوم ہے ہر وہ شخص جو ایسا کرے اور ہر وہ شخص چونکہ سوسائٹی میں کثرت کے ساتھ پایا جاتا ہے تو اس کی کثرت کو مدنظر رکھتے ہوئے آخر پر فرمایا فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعۡيُهُمۡ مَّشۡكُوۡرًا بظاہر پہلے واحد کا ذکر چل رہا تھا مگر اس آیت کے آخری حصّہ نے ثابت کر دیا کہ واحد مراد نہیں ہے۔ ایسے تمام لوگ مراد ہیں اور سوسائٹی کے وہ حصّے جو اس پر عمل پیرا ہوں ان سب کے لئے خوشخبری ہے کہ ان کی کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ اب یہ ایک ہی گروہ ہے جس کا تسلسل

سے ذکر چل رہا ہے لیکن اگلی آیت میں فرمایا: كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ہم ان میں سے ہر ایک کو مدد دیتے ہیں اِن کو بھی اور اُن کو بھی۔ یہ اِن اور اُن کون لوگ ہیں؟ اس کی تفصیل اگلی آیت میں نظر آتی ہے جس میں فرمایا گیا کہ دیکھ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض دوسروں پر فضیلت دی ہے۔ پس جو بھی آخرت کی کوشش کرنے والے ہیں ان میں ایک گروہ نسبتاً کم فیض یافتہ دکھائی دیتا ہے یعنی خدا تعالیٰ جن کو رزق عطا فرماتا ہے ان میں سے ان کو روحانی، ذہنی اور جسمانی اور مالی رزق نسبتاً کم عطا ہوتا ہے اور کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کو ایک دوسرے پر فضیلتیں عطا کی جاتی ہیں۔ تو فرمایا یہ دونوں گروہ ایسے ہیں جن کی ہم مدد کرتے ہیں یا ان دونوں گروہوں کی ہم مدد کریں گے اگر یہ خدا کی راہ میں جدوجہد کریں اور آخرت کو اپنا لیں اور اسی کی کوشش کریں تو اس راہ کی مشکلات اللہ کی مدد سے دور کی جاسکتی ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل نہ ہو یہ مشکلات دور نہیں ہوسکتیں۔ چنانچہ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ میں ایک اشارہ یہ بھی ہے کہ دُنیا کے دو گروہ ہوتے ہیں ایک وہ جن کو خدا فضیلت دیتا ہے اور دوسرے جن پر ان کو فضیلت دیتا ہے اور یہ دوسرے گروہ اور پہلے گروہ دُنیا میں جب ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں تو اس کے نتیجہ میں بدیاں بھی پیدا ہوتی ہیں اور ان بدیوں کے شر سے بچنے کے لئے بھی دعا ہی ہے جو مددگار ہے اس کے سوا اِنسان کو ان سے بچنے کی ذاتی اہلیت نہیں ہے۔ یہ زیادہ تفصیلی مضامین ہیں۔ ان کی بحث کو چھوڑتا ہوں اور یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس دور میں جماعت کی تربیت میں مَیں نے ان آیات کو بہت ہی اہم اور راہنما پایا ہے اور آگے جب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات آپ کے سامنے پڑھوں گا تو اُن کا اِن کے ساتھ گہرا تعلق دکھائی دینے لگے گا۔

اس تمہید کے بعد میں اب جماعت سویڈن کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے ہلکے اشاروں کنایوں میں میں نے ان کی باتیں کیں پھر پچھلے خطبہ میں کھل کر ان کی باتیں کیں اور چونکہ میری نیت خالصۃً آخرت کی نیت تھی اور اللہ جانتا ہے کہ اس سلسلہ میں جس قدر بھی دعائیں ممکن تھیں میں ساتھ کرتا رہا اس لئے میں گواہ ہوں اس بات کا فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا کہ ایسے لوگ جو آخرت کی نیت رکھ کر کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ضرور ان کی مدد فرماتا ہے اور ان کی کوششیں رائیگاں نہیں جاتیں۔ آج میں اس کی گواہی کے طور پر یہ اعلان آپ کے سامنے کر رہا ہوں کہ سویڈن کے اکثر وہ خاندان

جو میرے اس وقت مخاطب تھے اگرچہ ان کے نام نہیں لئے تھے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واپس جماعت کی طرف لوٹ آئے ہیں اور جو ان کے لوٹنے کا انداز ہے، جو خطوط مجھے موصول ہوئے ہیں میرا دل یقین سے بھر گیا ہے کہ یہ توبہ ان کی سچی توبہ ہے اور آئندہ انشاء اللہ ان کی طرف سے مجھے دکھ نہیں دیا جائے گا۔ اس وقت مجھے ان کے خطوط پڑھتے ہوئے جو خوشی محسوس ہو رہی تھی اس خوشی نے ساری تلخیوں کو بھلا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حدیث قدسی یاد آ گئی جس میں اللہ تعالیٰ کے توبہ کرنے والے بندوں کے ساتھ ردّعمل کا ذکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ ایک انسان صحرا میں ستانے کے لئے ایک درخت کے سائے تلے لیٹ جاتا ہے اور بظاہر اپنے اونٹ کو محفوظ طریق پر جیسا کہ گھٹنے باندھے جاتے تھے تمام احتیاطوں کے ساتھ الگ بٹھا دیتا ہے۔ اس پر اس کا پانی، اس کا زادِ راہ سب کچھ ہوتا ہے لیکن جب شام کے وقت یا دوپہر گزرنے کے بعد اس کی آنکھ کھلتی ہے تو دیکھتا ہے کہ اونٹ غائب ہے۔ اونٹ بھی غائب ہے، زادِ راہ بھی غائب ہے۔ جو کچھ اس کا اثاثہ تھا، جو کچھ زندگی کو قائم رکھنے کے لئے ضرورتیں تھیں جو صحرا میں سب سے زیادہ پانی کی ضرورت ہوا کرتی ہے وہ سب کچھ غائب ہو گیا۔ ایسا شخص اگر دور اُفق پر نگاہ دوڑائے اور ہر طرف دیکھے کہ کہیں بھی اس اونٹنی کی واپسی کے آثار دکھائی دیں۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی الحض علی التوبۃ والفرح بہا، حدیث نمبر: 6955)

(اس موقع پر حضور انورؒ کی آواز جذبات سے گلوگیر ہو گئی چنانچہ آپؒ نے فرمایا:) جو میرا دل جذبات سے اُبل رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے تصور سے کہ اللہ اس طرح اپنے بندوں کو دیکھتا ہے۔ اب اگر وہ لوگ جو توبہ کے محتاج ہیں ان کو یہ معلوم ہو کہ اللہ ان کا اس طرح انتظار کر رہا ہے تو بھاری تعداد توبہ کرنے والوں کی ہے جو لپکے گی اس طرف۔ تو اس سے زیادہ خوبصورت مثال توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے کے رشتہ کی اور آپ کو کہیں نہیں ملے گی۔ وہ بندہ محتاج اور مجبور جس سے کچھ کھویا جاتا ہے جتنا اس کے کھوئے جانے کی تکلیف اس کو ہوتی ہے اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے کھوئے جانے کی تکلیف ہوتی ہے۔ ان معنوں میں کہ ان کے زیاں کا افسوس ہوتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ کا کوئی دل ہے یا اس میں زیاں کے افسوس کی وہی کیفیت ہے جو ہماری ہے مگر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمثیلات کے ساتھ انہیں اس طرح بیان کیا کہ ہم میں سے ہر ایک کے

دل پر جو گزرتی ہے وہ ہم جانتے ہیں اور یہ پہچان لیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ قدر شناس ہے جتنا ہم قدر شناس ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ کھوئے ہوئے بندوں کی تکلیف محسوس کرتا ہے جس طرح ہم ایک لق ودق صحرا میں ایک گمی ہوئی اونٹنی کی تکلیف محسوس کرتے ہیں جس کے اوپر ہمارا سرمایہ حیات لدا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ کا تو کوئی سرمایہ حیات نہیں جو اس کے کھوئے ہوئے بندوں پر منحصر ہو۔ اللہ تو غنی ذات ہے۔ سارا عالم بھی اس کو جھٹلا دے، اس کا انکار کر دے اس کو ایک ذرّہ کی بھی پرواہ نہیں ہوگی۔ اس کے باوجود یہ محبت، یہ اصل پیغام ہے۔ وہ بندہ تو مجبور ہے اس اونٹنی کے انتظار کے لئے جس پر اس کا سارا سرمایہ حیات ہے۔ وہ ذات تو مجبور نہیں ہے جس پر ساری کائنات کا انحصار ہے اس کو کوڑی کی بھی پرواہ نہیں کہ اس کو چھوڑ کر کہاں چلے جائیں۔ کوڑی کی بھی پرواہ نہیں ہونی چاہئے۔ پس اس استغنا کے باوجود وہ ہیجان جو اس بندے کے دل میں پیدا ہوا ہے اس ہیجان کا تعلق خدا سے ہو، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، خالصۃً یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ اللہ کو اپنی مخلوق سے محبت ہے ورنہ محبت کے بغیر اس مسئلہ کی سمجھ آ نہیں سکتی۔ اونٹ والے کا انتظار تو اپنی مجبوری، اپنی بقا کی خاطر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بقا کا گمشدہ بندوں سے کیا تعلق ہے لیکن ان کی بقا اس کو پیاری ہے جیسے کوئی اپنے محبوب کو گمشدہ پائے اور باوجود اس کے کہ وہ محبوب کی زندگی اس پر انحصار رکھتی ہو وہ اس کے لئے بے چینی محسوس کرے گا۔ پس یہ جو بنیادی، مرکزی، گہرا پیغام ہے یہ ہے جو بے انتہا عزت اور توقیر کے لائق ہے۔ ہر انسان کو یہ سوچنا چاہئے کہ میرا خدا جو خالق ہے، جو ربّ ہے، جو مستغنی ہے وہ میرے ضائع ہونے پر بھی ایسا ہی دکھ محسوس کرے گا گویا اس کا انحصار مجھ پر تھا لیکن اگر ایسا شخص واپس نہ آئے تو قرآن کریم کی آیات سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریحات سے پتا چلتا ہے کہ پھر خدا مستغنی ہے پھر اس کی اس کو کچھ بھی پرواہ نہیں رہے گی، اللہ کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔

پس اس پہلو سے جب میں جماعتوں کو نصیحتیں کرتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ ہمارے کھوئے ہوئے دوست واپس آ جائیں تو اس میں جماعت کا کوئی نقصان پیش نظر نہیں ہوا کرتا، کبھی بھی نہیں ہوا۔ مجھے علم ہے کہ اگر ایسے لوگ نصیحت کو نہیں مانیں گے اور واپس نہیں آئیں گے تو صرف اپنا نقصان کریں گے جماعت کا ہرگز کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ اس قطعی علم کے ساتھ مجھے کوشش کرنا ہے اور میں کوشش کرتا ہوں اور آپ سب کو اس کوشش میں اپنا مددگار بننے کی بار بار درخواستیں کرتا ہوں۔ تو یاد رکھ لیں

اس بات کو، اس نکتہ کو جو اس تفصیلی حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اس کے فلسفہ کو سمجھ لیں۔ اگر اس کے فلسفہ کو سمجھ لیں گے تو پھر آپ میں سے صرف وہی میرا مددگار رہوگا جس کو بنی نوع انسان سے محبت ہے۔ جس کو بنی نوع انسان سے محبت نہیں اور تعلق نہیں ان پر میری باتوں کا کوڑی بھر بھی اثر نہیں پڑے گا کیونکہ اس مضمون کا تعلق محبت سے ہے جیسے خالق کو تخلیق سے محبت ہے اسی طرح خدا کے بندوں کے ساتھ آپ کی محبت ان کی کمزوریوں میں آپ کو بے چین کر دیتی ہے اور وہ بے چینی ہے جس کے لئے تلاش میں نظریں اٹھتی ہیں اور اُفق کو کھنگالا جاتا ہے نظروں سے کہ شاید کسی کونے سے ہماری کھوئی ہوئی چیزیں واپس آجائیں۔ پس تمام جماعت کی تربیت کا یہ بنیادی راز ہے۔ اگر آپ کسی شخص کو کھویا ہوا دیکھیں اور دل میں نفرت پیدا ہو یا غصّہ پیدا ہو یا تحقیر کے خیالات آئیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں گھٹیا سا انسان تھا، ایک گھٹیا سی لڑکی تھی، گھٹیا سی عورت، گھٹیا سا مرد، یہ جاتے ہیں تو جائیں دفع ہوں۔ اگر یہ خیال آئے تو آپ خود متکبر ہیں پھر آپ کو لوٹنے کی فکر کرنی چاہئے۔ آپ کو خود اپنے خدا کی طرف پہلے لوٹنا ہوگا ورنہ ان کھوئے ہوئے لوگوں کی آپ تلاش کر ہی نہیں سکتے اور تربیت کے کام میں میری راہ میں سب سے بڑی مشکل یہی ہے کہ بڑے بڑے نیک اور مخلص کارکن اور کارکنات بھی تربیت کرتے وقت اپنے آپ کو اس شخص سے اعلیٰ سمجھتے ہیں جس کی تربیت کرنی ہے اور یہ نہیں جانتے کہ ان کی تربیت پر وہ مجبور ہیں اپنی محبت اور پیار کے نتیجہ میں اور محبت اور پیار جتنا زیادہ ہوں گے اتنا اعلیٰ اور ادنیٰ کا فرق مٹ جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ملفوظات میں اور کھول کر بیان فرمایا ہے۔

پس جو واقعہ سویڈن میں گزرا اس کا بھی خالصۃً اس سے تعلق تھا۔ ہرگز جماعت کو ان لوگوں کی ضرورت نہیں تھی کہ ان کے بغیر جماعت چل نہیں سکتی لیکن جماعت کی ان سے محبت اور نظام جماعت کی ان سے محبت کو ضرورت تھی اور اس کے لئے ہم کوشاں رہے۔ سالہا سال میں نے کوششیں کیں کہ ان لوگوں کو اپنا اندرونہ دیکھنے کی توفیق نصیب ہو اور وہ سمجھ لیں کہ نظام جماعت ایک تقدّس رکھتا ہے۔ اس کے تقدّس میں خلل ڈالنے والا ہر شخص جو بے ہودہ گوئی کرتا ہے، بدتمیزی اختیار کرتا ہے اس سے قطعاً ان کو تعلق توڑ لینا چاہئے اور یہ ان کے دل کا طبعی جذبہ ہوگا۔ پس یہ جو مضمون ہے کہ ایک شخص اس نظام کو احترام کی نظر سے نہیں دیکھتا، اس کی تخفیف کرتا ہے جو اللہ کی نمائندگی کرتا ہے وہاں اونٹنی کی

طرح اس کے ضائع ہونے کا غم آپ کو نہیں لگنا چاہئے۔ وہاں وہ آیات آپ کی راہنما ہونی چاہئیں جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کسی کو میری محبتوں کے باوجود پرواہ نہیں تو مجھے بھی اس کی کوڑی کی بھی پرواہ نہیں پھر جہاں جاتا ہے بھٹکتا پھرے ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ پس جو پاک تبدیلیاں وہاں واقع ہوئی ہیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے وہ میرے لئے بے انتہا خوشی کا موجب ہیں لیکن اس کے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کے جرائم نظام جماعت اور اس کی تذلیل کے تعلق میں بے حد گھناؤنے ہیں اور ہرگز ہم پسند نہیں کریں گے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں، آپ کی جماعت کی مساجد میں آنا جانا رکھیں اور ماحول کو گندہ کریں۔ پس آج کے دن ایک عام معافی کا اعلان بھی ہوگا لیکن آج کے دن وہ سارے لوگ جن کی پہلے سے نظام کو اطلاع کردی گئی ہے مسجد میں آنے سے منع ہوں گے۔ وہ اور ان کے ساتھی جوان کے ساتھ بیٹھتے رہے، اُٹھتے رہے، جنہوں نے مکروہ باتیں اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھیں، ان پر اثر رکھتے تھے اور ہرگز پرواہ نہیں کی کہ ان کو روکیں، وہ سارے آج کے معافی کے اعلان عام سے مستثنیٰ ہیں اور ان کو ہرگز اجازت نہیں کہ وہ ہماری مسجدوں کو گندہ کریں۔ آئندہ کیا ہوگا یہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا لیکن آج کا یہی اہم اعلان ہے جس کو جماعت سویڈن جو یہ خطبہ سن رہی ہو اچھی طرح ذہن نشین کرلے۔

اس موقع پر میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ نیا نظام ازسرنو شروع کیا جارہا ہے اور نئے عہدیداروں کی ضرورت ہوگی اس لئے میں نے سوچا ہے کہ میرے نمائندہ کی موجودگی میں آج یا کل مناسب وقت میں نئے انتخابات کروالئے جائیں۔ یہ انتخابات عنقریب ہونے والے ہیں مگر اس دوبارہ روحانی ولادت کے نتیجہ میں ضروری ہے کہ ابھی سے یہ انتخاب ہوجائیں اور اس کو ٹالا نہ جائے۔ ان انتخابات کے متعلق میں یہ اعلان کررہا ہوں اور جماعت سویڈن غور سے سن لے کہ قاعدہ یہ ہے کہ مجلس شوریٰ کے نمائندے بڑی جماعتوں میں جہاں امارت ہو، وہ مجلس شوریٰ کے نمائندے جو ہر جماعت سے منتخب ہوتے ہیں وہی ان کا انتخاب کرتے ہیں اگرچہ ہنگامی موقعوں پر استثنائی طور پر مجھے اختیار ہے کہ وقتی طور پر ان قواعد وضوابط کو ٹال دوں اور جو تربیت کی روح ہے اس کو پیش نظر رکھ کر استثنائی فیصلہ کروں مگر میں کلیۃً اس طریق کار کو نظرانداز نہیں کرنا چاہتا۔ یہ ایک بہت اچھا طریقہ ہے کہ جماعت کے نمائندے ہی آئندہ امارت اور مجلس عاملہ کا انتخاب کرتے ہیں لیکن ان کو جتنا وقت چاہئے اس

وقت کے حصّہ کو میں الگ کر دیتا ہوں۔اس لئے آج ہی آپ میں سے جن جماعتوں تک میری آواز پہنچ رہی ہے، یہ انتظار نہ کریں کہ بیس دن چاہئیں یا ایک مہینہ کا نوٹس چاہئے، آج ہی اپنے میں سے متقی لوگوں کو چن کر گوٹن برگ (Gothenburg) کی طرف روانہ کر دیں۔اگر آج نہ کر سکیں تو کل تک وہاں پہنچ جائیں تا کہ سارے سویڈن کی نمائندگی میں ان کی آئندہ مرکزی مجلس عاملہ کا انتخاب ہو۔ پس میں اُمید رکھتا ہوں کہ اس بات کو نظر انداز نہیں کریں گے اور وہاں یہ سارے نمائندے انشاء اللہ تعالیٰ اکٹھے ہو چکے ہوں گے۔ جو نئی روح قائم ہونی ضروری ہے اس میں محبت کے رشتہ بڑھانے کی ضرورت ہے۔پہلی سب کدورتوں کو کلیۃً کالعدم کر دیں جیسا کہ وہ تھیں ہی نہیں اور پیار اور محبت کے رشتوں پر اس نئے نظام کو مضبوط ڈوروں میں باندھیں اور جب بھی کسی بھائی کے خلاف کوئی دل میں کدورت پیدا ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان اقتباسات کو یاد کر لیا کریں جواب میں آپ کے سامنے پڑھ کر سنانے لگا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اقتباس جاری تھا جب (گزشتہ) خطبہ ختم ہوا۔وہ حصّہ جو رہتا ہے میں وہاں سے پڑھ کے سناتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’انسان بہت آرزوئیں اور تمنائیں رکھتا ہے مگر غیب کی قضاء وقدر کی کس کو خبر ہے۔ زندگی آرزوؤں کے موافق نہیں چلتی۔‘‘

یہ ایک بہت ہی اہم پیغام یا نصیحت ہے جماعت کے لئے کہ آپ کی آرزوؤں کو اختیار ہی نہیں ہے کہ آپ زندگی ڈھال سکیں۔ ہزار ہا آرزوئیں دل میں پیدا ہوتی ہیں، ہزار ہا تمنائیں انسان کرتا ہے لیکن اس کی زندگی اس کے مطابق نہیں ڈھلتی۔ساری دُنیا کا معاشرہ بے چین ہے۔اگر آرزوؤں کو طاقت ہوتی کہ زندگی کو اپنے مطابق ڈھال لیں تو دُنیا میں ایک فردِ واحد بھی بے چین دکھائی نہ دیتا جبکہ دُنیا کی بڑی بڑی حکومتوں کے سربراہ بھی اور امیر ترین آدمی بھی دل کے اندر ایک بے چینی محسوس کرتے ہیں۔اس کا اظہار کریں نہ کریں لیکن جب بھی اظہار کے مواقع آتے ہیں ان سے یہی سنا جاتا ہے کہ وہ بے چین ہیں۔اس وقت دُنیا کی سب سے بڑی مملکت یعنی طاقتور مملکت امریکہ سنی جاتی ہے لیکن صدر کلنٹن کا حال دیکھ لیں اس کو کیا کیا بے چینیاں لاحق ہوئی ہیں اور عراق کے معاملہ میں جو صدر کلنٹن کا ردّ عمل تھا ہرگز بعید نہیں کہ ذاتی بے چینیوں کا رخ موڑنے کی خاطر اس نے یہ

سارے اقدامات کئے ہوں بلکہ میرا پہلا ردّعمل عراق کے متعلق صدر کلنٹن کے بیانات سے یہی تھا کہ ان کے اوپر جو گندے حملے کئے گئے ہیں جن کی تحقیق اگر ہو انصاف کے ساتھ، تو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صدر کلنٹن صدر رہنے کے اہل نہیں رہیں گے۔ بعض امریکن چوٹی کے وکلا کا بھی یہی خیال ہے کہ صدر کلنٹن کے متعلق اگر وہ الزامات ثابت ہو جائیں جن کے متعلق بھاری امکان ہے کہ ثابت ہو جائیں تو ان کو جیل میں بھی ڈالا جا سکتا ہے۔ اب دُنیا کے ایک بلند ترین، مادی لحاظ سے بلند ترین طاقتور ملک کے صدر کا یہ حال ہو کہ اس کے اوپر ایک تلوار لٹکی ہو جس کو معلوم ہو کہ اگر سنجیدگی کے ساتھ قانونی کارروائیاں کی جائیں تو بعید نہیں کہ میں صدارتی محل کی بجائے کسی جیل کی کوٹھڑی میں چلا جاؤں اس کا دل بے چین ہی تو ہوگا، اس کی آرزوئیں اس کی کوئی بھی مدد نہیں کر سکتیں۔ پس وہ ردّعمل جو میرے دل میں پیدا ہوا کہ قوم کی توجہ ہٹانے کے لئے اور ازسرنو قوم کا ہیرو بننے کے لئے اور یہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے کہ قوم مجرم سمجھے بھی تو اس موقع پر اپنے قومی ہیرو کو معلق خطرات سے الگ کر دے اس لئے یہ عراق والی کارروائی شروع ہوئی ہے اور یہ جو میرا تاثر ہے اس کی تائید میں بہت سے امریکن دانشور بھی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اس وقت صدر کلنٹن کا بچنا عراق والے اقدامات کی وجہ سے ہے اور بھاری اکثریت جو اس صدر کی تائید کر رہے ہیں ان سے جب یہ پوچھا جائے کہ آپ ان کو اس معاملہ میں مجرم سمجھتے ہیں کہ نہیں؟ کہتے ہیں سمجھتے ہیں لیکن ہمیں پرواہ کوئی نہیں۔ صدر کی افادیت دوسری جگہ اتنی بڑی ہے کہ ہمیں اس چیز کی پرواہ نہیں کہ ان اخلاقی معاملات میں یہ مؤاخذہ کے لائق ہو۔ اب اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ سارے امریکہ کی اخلاقی حالت ہی گر چکی ہے اور اس گری ہوئی اخلاقی حالت کے بعد اخلاقی کمزوریاں وہ ردّعمل پیدا نہیں کرتیں جو آج سے پچاس سال پہلے یا سو سال پہلے ردّعمل پیدا کیا کرتی تھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ آرزوؤں اور تمناؤں سے تمہاری زندگیاں ڈھالی نہیں جاتیں۔ اگر آرزوؤں اور تمناؤں سے زندگیاں ڈھالی جاتیں تو دُنیا میں کوئی بھی بے چین دکھائی نہ دیتا اور اب اگر تلاش کرو تو چین رکھنے والا آدمی مشکل ہی سے ملے گا ٹٹولنے کی بات ہے۔ اگر کریدو اور ٹٹولو تو معلوم ہوگا کہ ہر شخص مصیبتوں میں مبتلا ہے اور جو دعاؤں کی ڈاک اکٹھی ہوتی ہے اس کو کوئی ایک نظر سے دیکھ لے تو اس کو اندازہ ہو جائے گا۔ میں ایک دفعہ ڈاک دیکھ رہا تھا تو میری بچی

دفتر میں آ گئی، ایک بات کرنی تھی۔ اس نے کہا ابّا یہ ڈاک آپ دیکھتے ہیں روزانہ، میں تو ساری عمر ان خطوں کا جواب نہیں دے سکتی۔ اگر ساری عمر میں لکھوں تو میں ان خطوں کا جواب نہیں دے سکوں گی۔ وہ ایک الگ مسئلہ ہے مگر میں بتانا چاہتا ہوں کہ ساری ڈاک بے چینیوں سے بھری پڑی ہوتی ہے کسی کو کوئی بے چینی لگی ہوئی ہے، کسی کو کوئی بے چینی لگی ہوئی ہے اور تمام بے چینیاں آرزوؤں کی ناکامی پر گواہ ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''انسان بہت آرزوئیں اور تمنائیں رکھتا ہے مگر غیب کی قضاء وقدر کی کس کو خبر ہے۔ (غیب سے اللہ کی تقدیر ظاہر ہو اس کو کون جانتا ہے) زندگی آرزوؤں کے موافق نہیں چلتی۔ تمناؤں کا سلسلہ اور ہے قضاء وقدر کا سلسلہ اور ہے۔''

کتنی سادہ سی، دل میں اتر جانے والی حقیقت کا بیان ہے مگر یہ سادہ سی دل میں اتر جانے والی حقیقت ہمیشہ فراموش کر دی جاتی ہے یہ مصیبت ہے جو تربیت کی راہ میں حائل ہے۔ پس ایسے لوگ جو بڑے غور سے میرے خطبات کو سنتے ہیں کہ جھوٹ کے قریب نہیں جانا، یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے اور واقعۃً دلی ایمان سے سر ہلاتے ہیں کہ ہاں ہم نہیں کریں گے اور واپس جاتے ہیں تو ان کو پتا بھی نہیں لگتا کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں کیونکہ عادت اتنی گہری ہے جھوٹ کی کہ کسی نہ کسی موقع پر، کسی نہ کسی بہانے جھوٹ ضرور سر اٹھالیتا ہے تو ایک جھوٹ ہی کے خلاف جہاد جو ہے بڑی محنت کو چاہتا ہے اور یہ وہ جہاد ہے جو ہر شخص کو اپنے دل میں کرنا چاہئے۔ اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باقی تحریر میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

''اور وہی سچا سلسلہ ہے۔ (جو قضاء وقدر کا سلسلہ ہے) خدا کے پاس انسان کے سوانح سچّے ہیں۔''

(الحکم جلد 2 نمبر 3 صفحہ: 1 مؤرخہ 13 مارچ 1898ء)

عظیم الشان ایک عرفان کا سمندر اس فقرہ میں ڈوبا ہوا ہے۔ فرماتے ہیں خدا کے پاس انسان کے سوانح سچّے ہیں۔ ایک سوانح وہ ہیں جو ہم دُنیا میں لکھتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔ فلاں کی زندگی کے حالات، فلاں کی زندگی کے حالات اور ان میں بہت ہی احترام کے ساتھ، محبت کے ساتھ، مبالغہ کے ساتھ اور بعض چیزوں کی پردہ پوشی کرتے ہوئے ایک مرحوم کا ذکرِ خیر ملتا ہے لیکن بلاشبہ اس کی زندگی کا

وہ پہلو نہیں اچھالا جاتا جو دراصل حقیقی اندرونی پہلو ہے اور نہ اس کو اچھالنے کی کسی کو اجازت ہے۔ نہ کسی کو اس اندرونی پہلو تک رسائی ہے۔ پس

”اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ۔“

(سنن الترمذی، أبواب الجنائز، باب آخر (فی الامر بذکر محاسن الموتی۔۔، حدیث نمبر:1019)

کی نصیحت میں جہاں خیر کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے یعنی نیکی کے ساتھ موتیٰ کا ذکر کیا کرو وہ ہم اسی پر عمل کریں گے۔ گو ہم اسی پر عمل کریں گے اور بدیاں نہیں اچھالیں گے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ بات اپنی جگہ اسی طرح قائم ہے کہ ”خدا کے پاس انسان کے سوانح سچے ہیں۔“ بہت ہی پیارا فقرہ ہے، بہت ہی دل ہلا دینے والا فقرہ ہے کہ ہمارے مرنے کے بعد جتنی مرضی لوگ ہماری تعریفیں کریں اور ہمیں اٹھا کر کہیں سے کہیں پہنچا دیں مگر ہماری زندگی کے وہ راز جو بھیانک راز ہیں جن تک صرف ہماری یا ہمارے بعض عزیز ترین قریبیوں کی رسائی ہے اس پر بھی تو کوئی سوانح لکھے اگر لکھنے کی اجازت ہو تو پھر ایک اور انسان کی تصویر اُبھرے گی جو نہایت بھیانک ہوگی۔ ایسی تصویر ہوگی کہ ظاہری سوانح کے مقابل پر دل بے اختیار پکاریں گے کہ یہ سوانح سچے ہیں اور وہ سوانح جھوٹے تھے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سوانح کی اشاعت کی تحریک نہیں فرما رہے، فرما رہے ہیں ان سوانح پر تم آگاہ ہو جو خدا کے ہاں سچے ہیں۔ ہر انسان کو خبر ہے ان سوانح کی۔ ہر انسان اگر چاہے تو اپنے دل میں ڈوب کر ان سوانح کی تفاصیل سے ازسرنو آگاہ ہوسکتا ہے۔ ازسرنو اس لئے کہ اکثر وہ جب دل میں ڈوبتا ہے تو اپنی نیکیوں کی باتیں ہی سوچتا ہے، اپنی بڑائی کے تذکرے ہی سوچتا ہے، یہی سوچتا ہے کہ مجھے دوسرے پر کیا فضیلت حاصل ہے۔ پس قرآن میں جن آیات میں فضیلت کا ذکر ملتا تھا وہی فضیلت ہے جو دھوکے کا موجب بھی بن جاتی ہے۔ اللہ نے تو فضیلت عطا فرمائی مگر جس کو عطا فرمائی وہ اپنی فضیلت کے تذکروں میں ہی ڈوبا رہتا ہے اور اپنے دعووں کی تلاش نہیں کرتا۔ جو سوانح خدا کے ہاں سچے ہیں وہ سوانح ایسے ہیں کہ اس کی ان تک رسائی ہوسکتی ہے کیونکہ اسی نے تو بنائے ہیں، ان سوانح کا خاکہ اسی کے اعمال ہی نے تو کھینچا ہے۔ پس اس پر غور کے بغیر کوئی سچی توبہ نصیب نہیں ہوسکتی اور کوئی سچی فضیلت حاصل نہیں ہوسکتی۔

”اس لئے دل کو جگا جگا کر غور کرنا چاہئے۔“

اب دیکھ لیں کیسی پیاری بات ہے۔ یہ بتانے کے باوجود کہ خدا کے سوانح سچے ہیں ان پر عمل کرو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے ہیں کہ اس کے باوجود دل سوئے رہیں گے۔ اس کے تذکرے کرتے چلے جائیں، بار بار کریں، عمر بھر کریں مگر جن دلوں کی آنکھ نہیں کھلنی نہیں کھلے گی، وہ خواب غفلت میں سوئے پڑے رہیں گے اور یہ باتیں ان کے سر کے اوپر سے گزر جائیں گی اور سمجھیں گے کہ دوسروں کے متعلق ہو رہی ہیں ہمارے متعلق نہیں ہو رہیں اور اس میں ساری جماعت جو میرے مخاطب ہے، الا ماشاء اللہ، سب کا یہی حال ہے۔ خود میرا بھی یہی حال تھا اب کم ہو چکا ہے اور دن بدن کم ہو رہا ہے مگر بسا اوقات میں اپنے آپ کو ایسی حالت میں پکڑ لیتا ہوں جہاں میں جانتا ہوں کہ میری سوچ درست نہیں تھی یعنی میرے قلبی ردّعمل کی اصلاح کی ضرورت تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہی اچھا طریق ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے توجہ پھیر دی اور پکڑ لیا کہ اچھا طریق نہیں ہے۔ تو یہ سلسلہ اصلاح زندگی بھر کا سلسلہ ہے۔ اس لئے جیسے میں آپ کے سامنے اقرار کر رہا ہوں آپ لوگوں کے سامنے نہ کریں اپنے سامنے تو کریں، اپنے خدا کے سامنے تو کریں اور ان سچے سوانح سے ایک اور حکایت اپنے دل کی، اپنی زندگی کی لکھیں جن سچے سوانح کو جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ ان سے صَرفِ نظر فرماتا رہا ہے۔ جب چاہتا ہلاک کر سکتا تھا لیکن اس کی رحمت اور اس کے حلم نے ہلاکت کا فیصلہ کرنے کی بجائے مہلت دینے کا فیصلہ کیا۔ پس اس مہلت سے فائدہ اٹھائیں اور جان لیں کہ یہ مہلت ہمیشہ کی مہلت نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ایسا واقعہ ہو سکتا ہے کہ قضاء وقدر کا سلسلہ ایسے وقت نازل ہو جائے کہ ابھی آپ کی تمنائیں باقی تھیں۔ ایسے وقت میں آپ کی زندگی کا سلسلہ منقطع ہو جائے جس کے بعد پھر کسی اصلاح کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ فرمایا:

”توحید کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں اپنے نفس کے اغراض کو بھی درمیان سے اُٹھا دے اور اپنے وجود کو اس کی عظمت میں محو کرے۔“

(الحکم جلد 2 نمبر 3 صفحہ: 1 مؤرخہ 13 مارچ 1898ء)

یہ پچھلی ساری بیماریوں کا علاج ہے۔ توحید کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں اپنے نفس کے اغراض کو درمیان سے اٹھا دے۔ اکثر لوگ توحید سے تعلق اس لئے رکھتے ہیں کہ ان کے نفس کی اغراض توحید سے تعلق رکھے بغیر پوری ہو نہیں سکتیں اور اسی حد تک ان کا تعلق رہتا ہے کہ ان کے لئے

ملک عدم کی طرف لوٹنے کا وقت آ جاتا ہے یا ملک عدم تو یونہی محاورہ ہے آخرت کی زندگی کی طرف لوٹنے کا وقت آجاتا ہے لیکن خدا کے سچے اور پاک لوگ خصوصاً انبیاء توحید کی اس قسم سے تعلق رکھتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرما رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں اپنے نفس کے اغراض کو بھی درمیان سے اُٹھا دیتے ہیں اور اپنے وجود کو اس کی عظمت میں محو کر دیتے ہیں۔ یہ جو تعلق ہے یہ ہر قسم کی اصلاح کی قدرت رکھتا ہے۔ جو توحید کے لئے اپنے نفس کی اغراض کو اُٹھا دے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو توحید سے متصادم اغراض ہیں ان کی کوئی بھی حیثیت نہ دیکھے۔ وہ ساری زندگی توحید کے مطابق ہو جائے گی۔ اس سے بہتر علاج ان بیماریوں کا نہیں ہے جو اس سے پہلے بیان کی جاتی رہی ہیں۔ توحید کی خاطر اپنے نفس کی اغراض کو بیچ سے اٹھا دے۔ اللہ تعالیٰ سے توحید کا تعلق مانگے اور اپنی نفسانی اغراض کی طلب نہ کرے۔ توحید باری تعالیٰ اس کی اغراض پر نگاہ رکھے گی اور جو غرض وہ پوری فرمائے گا وہی حقیقت میں ہمارے فائدے کی غرض ہوگی۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کی دعا میں نے بارہا آپ کو یاد دلائی ہے رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔ (القصص:25) یہ نہیں کہا کہ میری یہ غرض ہے اور میری یہ غرض ہے، میری وہ غرض ہے۔ اغراض تو اس دعا میں مضمر ہیں لیکن فرمایا جو تو پسند فرمائے وہ غرضیں پوری کر دے تو اس دعا کے نتیجہ میں دیکھیں آپ کو سب کچھ حاصل ہو گیا۔ دُنیا بھی حاصل ہوئی اور آخرت بھی حاصل ہوگئی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس فقرہ میں یہی بات بیان فرما رہے ہیں کہ اپنے نفس کی اغراض اللہ کے تعلق میں اپنی نظر سے اٹھا دو۔ ان کو اُٹھا کر ایک طرف کر دو پیچھے صرف توحید کی محبت باقی رہ جائے گی اور جب توحید کی محبت میں آپ اپنی اغراض کو ایک طرف پھینکیں گے تو اللہ آپ کی اغراض کا نگران ہو جائے گا۔ اللہ لازماً آپ کی مدد فرمائے گا۔ کُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَآءِ وَهٰۤؤُلَآءِ یہ مضمون بھی ہے۔ ان خدا تعالیٰ کی طرف سے فضل پانے والوں کے ساتھ، ہر گروہ کے ساتھ اللہ کا ایک مدد دینے کا تعلق ہے اور مدد اس کو دے گا جو خدا کی مدد کے سوا کسی اور مدد کا سہارا نہیں ڈھونڈیں گے۔ یہ بھی توحید کی ایک قسم ہے۔

پس بہت سے دعائیں کرنے والے اپنی دعاؤں کے ماحصل سے غافل ہوتے ہیں یعنی جو ان کی دعاؤں کو پھل لگنا چاہئے وہ نہیں لگتا اور ان کو نہیں پتا چلتا کہ کیوں نہیں لگ رہا۔ کُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَآءِ وَهٰۤؤُلَآءِ میں وہ لوگ ہیں جن کے متعلق فرمایا کہ وہ آخرت کی سعی کرتے ہیں یعنی دُنیا طلبی کا ان

کے دلوں میں کوئی اشارہ تک نہیں ہوتا ان میں سے ان کی ہر قسم کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا ہے اور ان کو مدد دیتا ہے جو مدد کے دوسرے راستے کاٹ ڈالتے ہیں۔تو ان آیات میں جو گہرا فلسفہ ہے کہ آپ کی دعائیں کیسے مقبول ہونگی وہ کھول کر بیان فرمایا گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام باتیں قرآن کریم کی آیات کی تفسیر ہی ہیں ان سے ہٹ کر نہیں۔ پس وہ آیات جو ہم روز پڑھتے چلے جاتے ہیں اور پڑھتے چلے جاتے ہیں مگر ان کے مرکزی نکتہ کو نظر انداز کرتے چلے جاتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بار بار اس طرف نظر کو پھیرتے ہیں اور توجہ دلاتے رہتے ہیں جیسا کہ فرمایا ''اس لئے دل کو جگا جگا کر غور کرنا چاہئے۔'' یہ امور ایسے نہیں ہیں جن کو سادہ آدمی نہ سمجھ سکیں، جن کو سمجھنے کے لئے کسی صاحبِ عرفان بڑے عالم کی ضرورت ہو۔ یہ سارے وہ امور ہیں جن کا تعلیم یافتہ ، غیر تعلیم یافتہ ، ہوشیار اور سادہ سب سے برابر کا تعلق ہے اور سب ان کو برابر سمجھ سکتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اسلام کی یہ تعلیم صرف چیدہ چیدہ انسانوں کے لئے ہوتی اور عوام الناس جو خدا ہی کے بندے ہیں ان پر یہ تعلیم چسپاں نہ ہوسکتی۔ مگر میرا یہ مذہب ، میرا کامل یقین ہے کہ یہ تعلیمات اپنے اندر جتنی بھی گہرائیاں رکھیں ان میں ڈوبنے کے امکانات تو بہت موجود ہیں مگر اپنی سطح پر بھی وہ پیغام دے رہی ہیں جو ہماری نجات کے لئے ضروری ہے اور ہماری نجات کے لئے کافی ہے۔ پس جو باتیں میں آپ سے بیان کرتا ہوں ہرگز ایسی نہیں کہ ان کو سمجھنے کے لئے عالم ہونا ضروری ہو۔ سادہ انسانی تجربوں میں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور انہی سادہ انسانی تجربوں کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مومنوں کو نصیحت فرمائی ہے۔ اب جہاں تک پرواہ نہ کرنے کا تعلق ہے وہ مضمون بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرما رہے ہیں۔ پہلے میں نے اس مضمون سے بات شروع کی تھی جہاں بے انتہا پرواہ ہے اور اب بے پرواہی کی باتیں بھی سن لیں۔

''اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا ، مگر صالح بندوں کی۔''

ان دو فقروں میں ایک ایسا آپ کو تضاد دکھائی دے گا جو اونٹ والے واقعہ سے متصادم دکھائی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرتا مگر صالح بندوں کی۔ وہ بندہ ، وہ گناہ گار جس کا ذکر اس صحرائی اونٹ کے واقعہ میں بیان ہوا ہے اس پر آپ غور کر کے دیکھیں کہ خدا کی خوشی اس وقت ہوتی ہے جب وہ خدا کا بندہ

لوٹتا ہے جیسے گمشدہ اونٹ کے لوٹنے پر اس کے مالک کو خوشی ہوتی ہے۔ جو غائب ہو جائے اس کے نتیجہ میں اس کو کوئی خوشی حاصل نہیں ہوتی۔ تو یہاں پرواہ کا مضمون اس طبعی محبت واطمینان سے تعلق رکھتا ہے جس کی گویا خدا راہ دیکھ رہا ہے۔ پس یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف صالح بندوں کی پرواہ کرتا ہے اور گناہ گاروں کی نہیں پرواہ کرتا۔ وہ گناہ گاروں کی پرواہ ان معنوں میں کرتا ہے کہ کسی وقت تو وہ پلٹیں اور کسی وقت تو صالح بندے بننے کی کوشش کریں۔ یہ بات ہے جو اس ظاہری تضاد کو دور کرتی ہے۔ فرمایا اگر تم اس کے صالح بندے بننا چاہتے ہو ایسے بندے جن کی وہ بے حد پرواہ کرے گا تو پھر آپس میں ایک دوسرے کی پرواہ شروع کر دو۔ اگر تم آپس میں ایک دوسرے کی پرواہ نہیں کرو گے تو اللہ بھی تمہاری پرواہ چھوڑ دے گا۔

”آپس میں اخوت اور محبت پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ۔“

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو بہلانے کے لئے ہلکی پھلکی گفتگو نہ کرو، لطائف بیان نہ کرو، یہ ساری باتیں ایسی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی تحریرات اور اپنے سوانح سے مختلف ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بسا اوقات مجالس میں، بعض دفعہ مناظروں میں بھی لطائف بیان فرمایا کرتے تھے اور آپ کی عبارت میں بھی ایک ایسی لطافت تھی جو دل کو ہلکا پھلکا کرتی ہے۔ تو تمسخر اور ہزل اور چیزیں ہیں۔ تمسخر اور ہزل میں ہمیشہ کسی دوسرے کی تخفیف مراد ہوتی ہے۔ کسی شخص کو اپنے سے ادنیٰ جاننے کے نتیجہ میں، کسی شخص کو گھٹیا سمجھنے کے نتیجہ میں اگر آپ کوئی مذاق کریں تو یہ ہزل اور تمسخر کی ذیل میں آئے گا۔ اس قسم کے ہزل اور تمسخر تکبر سے پیدا ہوتے ہیں اور تکبر بدترین گناہ ہے۔ پس جب بھی آپ سوسائٹی کے حالات پر غور کریں آپ کو وہاں مختلف قسم کے لطیفہ گو دکھائی دیں گے۔ بعض ایسے لطیفہ گو ہیں جو بات کی لطافت کی لذّت میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں پھر ساری مجلس ہنسی سے زعفران بن جاتی ہے۔ تو کسی شخص واحد کے ذلیل ہونے کا تصور نہیں ہوتا۔ سوسائٹی میں کسی ایک پر حملہ مقصود نہیں ہوتا ایسے لطائف کو ہزل نہیں کہا جاتا لیکن کچھ لطیفہ گو ایسے ہوں گے جو آپ اب غور کریں تو شناخت کر لیں گے وہ ہمیشہ ایسی بات کرتے ہیں جس سے آپ میں سے کسی بھائی کی تذلیل مراد ہوتی ہے اور وہ بڑا ہنستے ہیں کہ وہ اس قسم کا آدمی ہے،

اس قسم کا آدمی ہے اور اس کے متعلق جھوٹی باتیں بھی بیان کرتے ہیں اور جھوٹی مثالیں بھی بیان کرتے ہیں اور اس معاملہ میں بڑے شہرت یافتہ ہوتے ہیں کہ بڑا مزاحیہ آدمی ہے اس نے فلاں کے گنج کا ایسا مذاق اڑایا، فلاں کی غربت کا ایسا مذاق اڑایا، فلاں کی لاعلمی کا ایسا مذاق اڑایا۔ یہ لوگ ہیں جو ہزل اور تمسخر کی حد میں آتے ہیں اور بعض لوگوں کی ساری زندگی ہزل اور تمسخر کے گھیرے کے اندر صرف ہوتی ہے۔ اگر وہ میری بات سن رہے ہیں تو جب بھی وہ لطیفہ گوئی کریں اس پر غور کر کے دیکھیں کہ لطیفہ کا آغاز دل کے اندر کس حصّہ میں اپنی جڑیں رکھتا ہے۔ اگر وہ ان کی کسی قسم کی بڑائی اور برتری اور اپنے بھائی کی تذلیل کے اس دائرے میں پیوند ہے، اس دائرے میں دبا ہوا ہے جو دل میں موجود ہوتے ہیں، مختلف دل کے دائرے ہیں کچھ یہاں، کچھ وہاں، کہیں تکبر ہے کہیں نیکی کے آثار بھی ہیں تو اس لئے میں آپ کو تفصیل سے سمجھا رہا ہوں کہ اگر تمسخر کے وقت آپ غور کر کے دیکھیں تو آپ کو پتا چل جائے گا کہ اس تمسخر کی جڑیں آپ کے دل میں کہاں واقع ہیں۔ وہاں اگر نیکی اور بھلائی ہو، اگر محض لطافت ہو، اپنے ماحول کو خوشگوار بنانا مقصود ہو اور کسی اور کی برائی مقصود نہ ہو تو یہ ہرگز ہزل اور تمسخر نہیں جس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جماعت کو اجازت نہیں دیتے۔

فرماتے ہیں، تمسخر کی اب تعریف دیکھ لیں۔ تمسخر میں جھوٹ کا عنصر شامل ہوتا ہے۔ لازم ہے کہ کچھ نہ کچھ جھوٹ تمسخر میں ضرور شامل ہو اس لئے انبیاءؑ کے ساتھ غیر سوسائٹی کا جو سلوک ہے اس کو قرآن کریم نے تمسخر کے رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں، اب تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تمسخر جس کو معمولی سمجھا گیا اگر اس میں جھوٹ کا عنصر شامل ہے تو یہ پودا اُکھیڑا جائے گا اور شجرہ خبیثہ کی طرح اِدھر اُدھر تمام دُنیا میں یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہے گا اور اس کی زندگی کا پانی سوکھ جائے گا۔ ہواؤں کے ذریعہ اس طرف سے ادھر لے جائے جانے والے پودے میں رفتہ رفتہ کوئی جان بھی باقی نہیں رہے گی اور یہ وہ باتیں ہیں جو آپ میں سے ہر ایک کو سمجھنی ہیں، لازماً سمجھنی ہیں اور لازماً سمجھ سکتے ہیں۔ موٹی، معمولی عقل کا انسان بھی ان باتوں کو سمجھ سکتا ہے کہ جب بھی اس کی طبیعت مذاق کی طرف مائل ہو اپنے دل کو ٹٹولے اور دیکھے کہ یہ مذاق دل کے کس حصّہ میں پیوستہ ہے۔ وہ دل کا Soil یعنی وہ سرزمین دل کی جہاں یہ پیوستہ ہے وہ اگر پاک اور صاف ہے اور اس میں گندے پودے کے اُگنے کی گنجائش نہیں ہے تو پھر آپ فائز ہیں۔ آپ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ

فَوْزًا عَظِيْمًا (النساء:74) کی خوشخبری دیتا ہے ورنہ ضرور آپ نے اکھڑنا ہے اور اکھڑ کے بالآخر موت کی طرف آپ کا سفر شروع ہو جائے گا۔فرمایا:

''تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔''

میں نے بہت گہری نظر سے ایسے لوگوں کا مطالعہ کیا ہے۔سو فیصد درست بات ہے کہ اس قسم کے تمسخر میں مبتلا لوگ پھر اپنی نیکی کی حالت پہ کبھی بھی قائم نہیں رہتے۔پہلی جگہ سے اُکھڑتے ہوئے دوسری جگہ چلتے چلے جاتے ہیں جہاں موت ان کا انتظار کرتی ہے۔اس کا علاج کیا ہے؟

''آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔''

(الحکم جلد 2 نمبر 12، 13 صفحہ:10 مؤرخہ 20 و 27 مئی 1898ء)

اب یہ جو روزمرّہ کی عزت ہے یہ دل کی صفائی کے ساتھ ہونی چاہئے۔بعض دفعہ تمسخر کرنے والے بھی ایک عزت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو ہم عزت سے پیش آرہے ہیں کسی آدمی کو چھوٹا دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں آؤ بادشاہو بیٹھو اچھے۔'بادشاہو' کہہ کر بظاہر عزت کرتے ہیں اور حقیقت میں سخت تذلیل کرتے ہیں۔کسی غریب آدمی کو (کہتے ہیں) سیٹھ صاحب تشریف لائیے اور وہ کہتے ہیں ہم نے تو سیٹھ ہی کہا ہے نا لیکن مراد یہ ہے کہ یہ شخص اتنا غریب اور بے کار ہے کہ سیٹھ کا بالکل Opposite ہے۔پس بظاہر اس کی عزت ہوئی ہے سیٹھ کہہ کر مگر اس سے زیادہ تکلیف دہ خنجر اس کے دل میں نہیں گھونپا جا سکتا۔اس کو غریب کہہ دیتے تو اس کو اتنی تکلیف نہ ہوتی۔اگر غریب کو سیٹھ کہا جائے تو اس کو اپنی غربت یاد آجاتی ہے اور برے رنگ میں یاد آتی ہے، تکلیف پہنچاتی ہے۔

پس چونکہ اب وقت ہو چکا ہے میں اس مضمون کو یہاں ختم کرتا ہوں۔یہ مضمون انشاء اللہ جاری رہیں گے اور میری کوشش ہوگی کہ جماعت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تصور کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لے۔پس آج کی یہ بڑی خوشخبری ہے کہ جماعت سویڈن نے ایک کوشش کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس تصور کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لے۔تو یہ دعا ہے کہ اب ہمیشہ اس بات پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں اور موت تک کبھی ان نیکیوں کو ہاتھ سے نہ جانے دیں جو نیکیاں اختیار کرنے کا آج وہ عزم کر چکے ہیں اور اس مجلس میں جو وہاں قائم کی جائے گی میری نمائندگی کے زیر صدارت اس میں دوبارہ اس عہد کو دہرایا جائے گا۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔